مسلمان قوم ہیں یا فرقہ؟

ہندوستان کا مسئلہ بین الاقوامی ہے یا فرقہ وارانہ؟

(از جناب عزیز ہندی)

[ہندوستان میں مسلمانوں کی حیثیت ایک مستقل قوم کی ہے یا ایک جغرافی قوم کے فرقہ کی؟ یہ سوال اب سے کچھ عرصہ پہلے تک اگر مختلف فیہ تھا تو صرف وطن پرست اور خدا پرست طبقوں کے درمیان تھا۔ مگر اب ہمارے سیاسی حالات کی ستم ظریفی نے اس سوال کو بھی خدا پرست طبقہ کے درمیان مختلف فیہ بنا دیا ہے اگرچہ یہ امر بھی بجائے خود کچھ کم افسوسناک نہ تھا کہ ہمارے درمیان خود اپنے "قومی وجود" ہی کا سوال مختلف فیہ ہو جائے، تاہم اگر ٹھنڈے دل سے خالص علمی و عقلی طریق پر اس بنیادی مسئلہ سے بحث کی جاتی، تب بھی چنداں مضائقہ نہ تھا۔ لیکن افسوس بالائے افسوس یہ ہے کہ یہ سوال چھڑا بھی تو تلخیوں اور شخصی عداوتوں کیساتھ چھڑا، اور اپنے ساتھ نفسانیت، سخن پروری، پارٹی فیلنگ اور حمیت جاہلیت کے زہریلے ثمرات لیکر آیا۔ اب ہمارے برادران ملت نے اس نازک انقلابی دور میں اپنی جماعتی حیثیت کے اہم ترین مسئلہ پر جو بحثیں فرمائیں ان میں یہ پہلو تو نظروں سے اوجھل ہو گیا۔۔ کہ فی الواقع ہماری حیثیت کیا ہے، اور یہ پہلو سامنے آگیا۔۔۔ کہ کون کس کو گراتا ہے اور کون کسے پچھاڑتا ہے۔ ایک طرف اگر صحیح نظریہ کی حمایت بھی ہوئی تو اس میں اثباتِ حق پر اتنا زور نہیں جتنا گروہِ مقابل کو روسیاہ کرنے کی کوشش پر ہے دوسری طرف ایک سراسر باطل نظریہ کی حمایت تمام تر اس جذبہ کے تحت کی گئی۔۔۔۔ کہ فلاں شخص چونکہ ہمارا سرگروہ ہے، اور چونکہ گروہِ مقابل اس پر حملہ کر رہا ہے، اسلئے ہم پر اسکی حمایت لازم ہو گئی ہے۔

خواہ اسکی رائے غلط ہی کیوں نہ ہو، خواہ آٹھ کروڑ مسلمانوں کی عظیم الشان جماعت کے مستقبل پر اس کا کتنا ہی مہلک اثر پڑے، خواہ اپنی بات کی پچ کے لیے اپنے ضمیر اور اپنے علم کے خلاف قرآن و حدیث کے ارشادات کو ڈھالنے میں کتنی ہی کھینچ تان کرنی پڑے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا و سیات اعمالنا۔

جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہو، تو کسی شریف آدمی کے لیے اس بحث میں دخل دینا بہت مشکل ہے۔ لیکن جن لوگوں کا جینا اور مرنا ہی اسلامی قومیت کے بقا اور فروغ کی خاطر ہے ان کے لیے اپنی زندگی کے واحد نصب العین کو اس قیل و قال میں گم ہوتے دیکھنا اور خاموش بیٹھے رہنا بھی مشکل ہے۔ لہذا اپنے دل پر جبر کر کے ہم نے فیصلہ کیا کہ تمام غیر متعلق بحثوں سے قطع نظر کر کے اس مسئلہ پر خالص علمی حیثیت سے بحث کریں۔ آیندہ اشاعت سے اس بحث کا سلسلہ شروع ہوگا مگر اس سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کرام جناب عزیز ہندی کے اس مضمون کو بغور ملاحظہ فرمائیں تاکہ بحث کے مبادی نظر کے سامنے آجائیں:

(۱) مسلمان قوم ہیں یا فرقہ؟

ہندوستان میں مسلمانوں کو ایک فرقہ کا نام دیا گیا ہے حالانکہ وہ فرقہ نہیں بلکہ ایک بڑی قوم ہیں۔ فرقہ کسی قوم کا ایک جزء ہوتا ہے، اور یہاں کوئی ایسی قوم نہیں ہے جس کا مسلمان ایک جزء کہلا سکیں۔ ہندوستان ایک برّ اعظم کی طرح ہے جس میں چھوٹی بڑی بیسیوں قومیں بستی ہیں۔ ہر قوم اپنی جداگانہ معاشرت و تہذیب کی مالک ہے، اور اپنی مخصوص ذہنیت رکھتی ہے۔ لیکن ہندوستان کی موجودہ عبدیت اور غلامی نے چونکہ ہر قوم کو یکساں طور پر اسیر و محکوم کر رکھا ہے، اور ہر قوم میں آزادی حاصل کرنے کی کم و بیش اُمنگ موجود ہے، اس لیے ہر قوم یہ سمجھتی ہے کہ جب تک ہندوستان کامل آزاد نہ ہو جائے اس وقت تک کسی قوم کو بھی اپنی اسارت و محکومی سے رہائی کی کوئی توقع

نہیں - اس امر کے پیش نظر اہلِ سیاست کا یہ تقاضا ہے کہ جملہ اقوام کو ایک واحد قومیت کے سانچے میں ڈھال دیا جائے، اور اس طرح ایک واحد وجود بن کر خارجی حکومت کے جور و استبداد سے رہائی حاصل کی جائے - گویا آزادی کی راہ میں جو سب سے بڑی اور زبردست روکاوٹ درپیش ہے وہ یہاں مختلف قوموں کا وجود ہے - یہ جب تک ایک نہ ہو جائیں، اہلِ سیاست کے نزدیک آزادیٔ کامل کا حصول محالات میں سے ہے -

اس عقدہ کو حل کرنے کے لیے اہلِ سیاست نے پہلے ہی سے یہ قیاس کر لیا ہے کہ ہندوستان کے پینتیس کروڑ افراد ایک واحد قوم ہیں، اور ہندو مسلمان سکھ عیسائی پارسی وغیرہ اس واحد اور عظیم الشان قوم کے جُدا جُدا فرقے ہیں - مگر یہ قیاس اسی قبیل سے ہے جس طرح یہ فرض کر لیا جائے کہ ساری دُنیا ایک واحد قومیت ہے اور مختلف اقوام اس واحد قومیت کے فرقے ہیں - ایسا قیاس اگر کسی حقیقت پر مبنی ہو بھی تو وہ ابھی ایک دور از کار حقیقت ہے - عمل کی دنیا میں اسے کوئی اہمیت حاصل نہیں - کوئی تدبیر، کوئی قوت ایسی موجود نہیں جس سے دُنیا کی مختلف اقوام کی ذہنیت کو بدل کر انہیں ایک کر دیا جائے - اور جب تک ذہنیت کو بدلا نہ جا سکے اقوام کا وجود دنیا میں باقی رہیگا، اور جب تک اقوام دنیا میں باقی ہیں ان کا مسلک و طریقِ زندگی آپس میں مختلف ہی رہیگا -

اپنا ایک الگ مسلک اور الگ طریقِ زندگی رکھنا ہی کسی جماعت کا ایک الگ قوم ہونا ہے - یہ مسلک اور طریقِ زندگی دراصل قومی وجود کا ظہورِ خارجی ہے، اور اسی چیز کو باقی رکھنا اور اسی چیز کو باقی رکھ کر... ترقی دینا ہر قوم کا نصب العین ہے - آزادی بجائے خود نصب العین نہیں ہے بلکہ اس نصب العین کو بروئے کار لانے کا ذریعہ ہے - اس ذریعہ کے حاصل کرنے کی خواہش فطری طور پر پیدا ہی اسلیے ہوتی ہے کہ ہر قوم اپنے قومی وجود کو برقرار رکھنا اور اپنے طریق پر اس کو فروغ

دینا چاہتی ہے۔ ہندوستان کے باشندوں میں اگر یہ خواہش پیدا ہوئی ہے تو یہ بھی اس لیے ہے کہ ان میں قومی شعور بیدار ہو گیا ہے۔ لیکن جبکہ ان کے مسلک اور طریقہائے زندگی مختلف ہیں اور ان میں ہر گروہ اپنے قومی وجود کا اظہار مختلف صورت میں کر رہا ہے، ان کو ایک قوم فرض کر لینا، اور ان مختلف قوموں کو ایک قوم کے فرقے قرار دے کر انکی قومیت کے خارجی ظہورات کو "فرقہ دارانہ" اور "منافی قومیت" کہنا، سراسر غلط اور مہمل ہے۔

جس طرح آزادی فکر و عمل افراد کا فطری حق ہے اسی طرح جماعاتِ افراد یعنی اقوام کو بھی یہ فطری حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی و ارادہ کو بلا کسی خارجی دباؤ کے ظاہر اور نمایاں کریں۔ یہ حق جس طرح افراد سے اصولاً چھینا نہیں جا سکتا اسی طرح اقوام سے بھی ہم اسے روک نہیں سکتے۔ اقوام کا دفعۃً چولا بدل ڈالنا، تاریخ و تجربۂ انسانی اور فطرت کے آئین کے بالکل برخلاف ہے، اس لیے متعدد اقوام ہند کا محض مقامی تعلق کی بنا پر ایک واحد قومیت میں ڈھل جانا نہایت ہی غیر اغلب اور ناممکن ہے۔

پس اس بنا پر یہ ہندوستان کی ہر قوم کا فطری حق ہے کہ وہ اپنے ہی اساسِ قومیت پر اپنی زندگی کا اظہار و افشاء کرے اور ہر دوسری قوم کے ساتھ اپنے زاویۂ نگاہ کے ماتحت بین الاقوامی تعلقات قائم کرے۔ ہندوؤں کا اپنی ہندویت کے اساس پر، سکھوں کا اپنی سکھیت کے اساس پر، اور مسلمانوں کا اپنی مسلمانیت کے اساس پر اپنی زندگی کو نمایاں کرنا دیسا ہی فطری حق ہے جسکے حصول کی طلب ہر قوم میں موجود ہے۔ کیونکہ اگر یہ ہر قوم کے اندر موجود نہ ہوتی تو کسی میں آزادی کا جذبہ بھی نشو و نما نہ پا سکتا۔

دراصل ہم نے خارجی حکومت کے اثر کو غلط طور پر قبول کرتے ہوئے ہندوستان کی مختلف قوموں کو فرقے یا کمیونٹیز کہہ کر پکارنا شروع کر دیا ہے۔ بیرونی حکمرانوں کے زاویۂ

نگاہ سے تو یقیناً ہم فرقے ہیں، کیونکہ "نیشن" کی جو موجودہ تعریف یورپ میں مستعمل ہے اس کے لیے ... "اسٹیٹ" کا ہونا لازمی ہے، یعنی وہ صرف اُسی مجموعۂ افراد کو "نیشن" کا نام دینگے جو اپنی اسٹیٹ کے اندر آزاد و خود مختار زندگی بسر کررہی ہو۔ اس تعریف کے ماتحت انگریز ایک "نیشن" ہیں اور چونکہ وہ بحیثیت "نیشن" کے ہندوستان پر حکومت کررہے ہیں اس لیے وہ اپنی ماتحت رعیت کو کبھی نیشن کہہ کر نہیں پکاریں گے بلکہ ہمیشہ فرقے یا کمیونٹیز ہی کہیں گے۔ لیکن ہمارے متعلق ان کا زاویۂ نگاہ جو کچھ بھی ہو وہ خود ہمارا نہیں ہوسکتا۔ ہم کو اگر کمیونٹی سے "نیشن" بننا ہے، تو یقیناً ہم اپنے لیے نیشن ہونے کا ہی دعویٰ کرینگے کیونکہ ہم اسی دعویٰ کی بنا پر اپنی آزادی کا مطالبہ پیش کرسکتے ہیں۔

اس حقیقت کو ہم پسِ پُشت نہیں ڈال سکتے کہ جب اس ملک کے اہلِ سیاست انگریزوں سے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں تو انگریزی ذہنیت کا مطالبہ پورا کرنے کے لیے وہ ہندوستان کو "اسٹیٹ" اور اس کے اندر بسنے والوں کو ایک واحد قوم یعنی ہندوستانی فرض کرلیتے ہیں۔ یہی وہ بڑا سبب ہے جس کی بنا پر یہاں کے اہلِ سیاست اس امر کو ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنے مذکورۂ بالا دعویٰ کی صداقت کے ثبوت کے طور پر یہاں کی مختلف اقوام کو ایک واحد قوم بنادیں، اور پھر یہی وہ بڑی وجہ ہے کہ سیاست کے عملی میدان میں جب یہ سیاست داں ملک کی مختلف قوموں کے وجود کو اپنے مقابل سدِّ سکندری کی طرح سے حائل پاتے ہیں تو انہیں بجز اس کے اور کچھ نہیں سوجھتا کہ وہ خود بھی اپنے حکمرانوں کا سا زاویۂ نگاہ اختیار کرکے ان قوموں کو قومیں کہنے کی بجائے فرقے کہہ کر مطعون کریں، اور ان کی قومی تحریکوں کو فرقہ دارانہ قرار دیتے ہوئے نیشنلزم کے منافی خیال کریں۔ وہ اسے اپنی دانست میں ایک بڑی گہری سیاست خیال کرتے ہیں، کیونکہ اس طرح ایک تو یہاں کی مختلف قوموں کو ان کی اصلی

پوزیشن سے گرا کر فرقے قرار دینا خود حکمرانوں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ مختلف فرقوں کے اختلاط سے ایک واحد قومیت بنانے میں ان کی امداد کریں، اور دوسرے خود مختلف قوموں کے اندر امتشار خیال پیدا کرکے انہیں اپنے قومی امتیازات کو مٹا دینے کی دعوت و اشتعالک بھی دیتا ہے۔

(۲) اب ہم یہ معلوم کرینگے کہ ملک کے یہ سیاستداں اور مدبر جو اپنے حکمرانوں کے زاویہ نگاہ کو قبول کرتے ہوئے یہاں کی مختلف قوموں کو فرقے قرار دے رہے ہیں خود کس قوم یا فرقہ سے متعلق ہیں اور یہ خود کیوں اپنی قوم کو "قوم" کے درجہ سے گرا کر "فرقہ" کے درجہ میں رکھ رہے ہیں؟

اگر کوئی قوم یا "نیشن" زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے کسی غیر کی محکومی میں آگئی ہو تو وہ اس بنا پر کہ وہ کبھی ایک قوم یا نیشن تھی، اپنے گذشتہ دور کو پھر واپس لانے کے لیے، اپنے حکمرانوں سے آزادی کا مطالبہ کرنے میں یقیناً حق بجانب ہوگی۔ لیکن ایک فرقہ جو خود ابھی تک اپنے آپ کو ایک فرقہ ہی خیال کیے ہوئے ہے کس بنا پر اپنی آزادی کا دعویٰ کرسکے گا؟ ضروری ہے کہ اسے ہمیشہ کیلئے ایک فرقہ ہی بنے رہنا چاہیے، لیکن اگر کبھی وہ ایسی کم مایہ زندگی کو برداشت نہ کرسکے تو پھر اسکے لیے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ پہلے "فرقہ" کے درجہ سے "نیشن" کے درجہ کی طرف ارتقاء کرے، یعنی پہلے اس فرقہ کو جس سے وہ خود متعلق ہے آزادی و خودمختاری کے ذریعہ سے نیشن بنائے۔

پس اگر مذکورہ بالا سیاست داں طبقہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہے تو وہ محض اپنی قوم ہی کی نمایندگی و آزادی کا دعوے دار ہوسکتا ہے، دوسروں کا نہیں۔ اور اگر اس کے قرب و جوار یا ہمسائیگی میں بعض دوسری قومیں اسی کی طرح محکوم و اسیر آباد ہوں، اور ان کی آزادی اسکی آزادی کے ساتھ لازم و ملزوم کا درجہ رکھتی ہو، تو وہ ایسی تمام قوموں کو اپنے ساتھ مل کر آزادی کی مہم سر کرنیکی دعوت تو دے سکتا ہے مگر اپنے اندر مدغم ہوجانے کی نہیں۔ لیکن اگر یہ

سیاست داں طبقہ کسی قوم کی بجائے ملک کے کسی فرقہ یا کمیونٹی سے تعلق رکھتا ہے تو وہ خود چونکہ نیشن نہیں بلکہ ایک فرقہ ہے، اس لیے وہ ملک کی دوسری قوموں کو (جو اپنے آپ کو قومیں شمار کرتی ہیں) اُن کے اصلی مقام سے گرا کر فرقے یا کمیونٹیز کے نام سے نہیں پکار سکتا یہ تو اسی وقت ممکن ہے جبکہ سب قومیں اپنے آپ کو فرقے قرار دے لیں اور اپنے آپ کو ایک ہی قوم کا جزء سمجھیں۔ لیکن جب تک ان فرقوں میں سے ایک بھی ایسا فرقہ باقی ہے جو اپنے آپ کو فرقہ نہیں بلکہ قوم کہتا ہے تو اس صورت میں مذکورۂ بالا سیاست داں طبقہ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ خواہی نخواہی اور زبردستی اسے فرقہ ہی کہہ کر پکارتا چلا جائے۔

اگر وہ اس انتباہ و آگاہی کے باوجود ایسا ہی کرتا چلا جا رہا ہے، تو پھر اس فرقہ یا قوم کی جس سے وہ خود متعلق ہے اس میں ضرور کوئی خاص غرض پوشیدہ ہے۔

ایک تیسری پوزیشن بھی ہے اور وہ یہ کہ اگر مذکورۂ بالا سیاست داں طبقہ ملک کی سب قوموں یا فرقوں کے نمائندوں پر مشتمل ہے تو اس صورت میں اگر یہ نمائندے اپنے اپنے متعلقات کو قومیں سمجھ رہے ہیں تو یقیناً وہ اپنی قومیتوں کی حدود کو واضح اور متعین کرنے کے بعد آپس میں آزادی کے حصول کی غرض سے اشتراک عمل کر رہے ہوں گے۔ اور اگر وہ اپنے اپنے متعلقات کو قوموں کی بجائے فرقے قرار دیے ہوئے ہیں تو پھر ان کے درمیان کوئی اختلاف ہی موجود نہ ہونا چاہیے، کیونکہ وہ اس صورت میں ایک ہی قوم کے مختلف اجزاء ہیں اور ان کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ایک محکوم و اسیر "نیشن" ہیں جو اپنی کھوئی ہوئی جگہ کو پھر حاصل کرنے کے لیے آزادی کا مطالبہ کر رہی ہے۔ مگر کیا فی الواقع انکی یہی پوزیشن ہے؟

اس بحث سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ ہمارے حکمرانوں کا جو زاویۂ نگاہ ہمارے متعلق ہے، وہ خود ہمارا نہیں ہو سکتا۔ ہم یہاں اس عظیم الشان ملک میں فرقوں کی حیثیت میں آباد

نہیں ہیں، بلکہ مختلف قومیں ہیں۔ ہمیں انگریزوں کا فرقے یا کمیونٹیز کہہ کر پکارنا اور "نیشنز" کا لقب نہ دینا، آئین و سیاستِ حاضرہ کا ایک نہایت ہی نازک اور دقیق مسئلہ ہے۔

"کوئی نیشن" "کسی دوسری نیشن پر حکمراں نہیں ہوسکتی"۔ یہ اصول تسلیم کرلیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ محکوم قوم پر لفظ "نیشن" کا اطلاق نہیں کیا جاتا بلکہ جیسا کہ اوپر کسی جگہ بیان ہوچکا ہے "نیشن" صرف اسی مجموعۂ افراد کو کہا جاتا ہے جو اپنی حدود کے اندر آزاد و خودمختار زندگی بسر کر رہے ہوں اور اسٹیٹ کے مظہر ہوں۔

(۴) اس امر کے معلوم ہوجانے کے بعد کہ ہندوستان میں فرقے نہیں بلکہ مختلف قومیں آباد ہیں، ہم طبعاً اس سوال کے حل کی منزل پر پہنچ جاتے ہیں کہ وہ سیاستداں طبقہ جو ہمارے اندر ہمارے حکمرانوں کا سا زاویۂ نگاہ رکھتا ہے آخر کیوں مجبور ہے کہ ایسا زاویۂ نگاہ اختیار کرے۔

اگر یہ طبقہ ان تمام گروہوں سے متعلق ہے، جو ہندوستان میں آباد ہیں اور اپنے آپ کو فرقے تسلیم کر رہے ہیں تو چونکہ ہر فرقہ ایک ہی قوم کا جزو ہے، کسی فرقہ کی طرف سے یہ صدا بلند نہ ہونی چاہیے کہ وہ فرقہ نہیں بلکہ ایک علحدہ قوم ہے۔ لیکن اگر اس قسم کی کوئی صدا بلند ہوتی ہے تو یہ امر ماننا پڑیگا کہ مذکورۂ بالا سیاسی طبقہ تمام گروہوں پر (جو فرقے نہیں بلکہ قومیں ہیں) مشتمل نہیں ہے، بلکہ یا تو کسی ایک ایسے گروہ پر مشتمل ہے جو خود ایک قوم ہے اور اپنی قومیت کو پھیلانا چاہتا ہے، یا پھر کوئی ایسا طبقہ ہے جو کسی قوم سے کٹ کر علحدہ ہوچکا ہے، اور ایک الگ قومیت بنانے کا آرزومند ہے۔

اگر حقیقت یہ ہو کہ وہ کسی قوم سے علحدہ ہو کر اپنی الگ قومیت بنانا چاہتا ہے تو وہ اپنے ہی مخصوص فرقہ کی جسے وہ ایک قوم میں تبدیل کرنا چاہتا ہے، نمائندگی کرنے کا ادعا کرسکتا ہے وہ دوسری قوموں کو اپنی ہی طرح فرقے قرار دے کر اپنے فرقے کی طرف نہیں کھینچ سکتا۔ لیکن

اگر پہلی صورت ہے تو اس صورت میں اسکی حیثیت کسی ایک قوم کے نمائندہ عنصر کی ہے اور اس کا اپنے حکمرانوں کا ساز اویۂ نگاہ اختیار کرنا سوائے اسکے اور کوئی معنی نہیں رکھتا کہ وہ خود اپنی قوم کے لیے حکمرانوں کی جگہ حاصل کرنا چاہتا ہے ، یعنی موجودہ حکمرانوں کو بیدخل و بے دست و پا کرکے ملک کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے - ضرور ہے کہ اس سیاست داں طبقہ کی اتنی بلند آرزو کسی مضبوط اساس پر قائم ہو یعنی اس کی قوم میں اتنا دم خم موجود ہو کہ وہ اتنی بلند آرزو کی تکمیل کر سکے -

اس امر کے معلوم کرنے کے لیئے ہمیں دریافت کرنا پڑے گا کہ وہ وسائل و ذرائع کس قسم کے ہو سکتے ہیں جن پر اتنی بلند آرزو قائم کی جا سکتی ہے -

ایک ایسے ملک میں جہاں ایک سے زیادہ قومیں آباد ہوں کسی ایک قوم کا اس قسم کی آرزو میں مبتلا ہونا صاف ظاہر کرتا ہے کہ

(الف) وہ تعداد میں سب قوموں سے زیادہ ہے -

(ب) اس کی مالی ساخت بہت زیادہ مضبوط ہے -

(ج) وہ علمی حیثیت سے دوسری قوموں سے بڑھی ہوئی ہے -

(د) دوسری قوموں سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں -

(ہ) اسے ایسا نظام حکومت میسر ہے جس میں مندرجہ بالا خصوصیات سیاستاً اس کے اقتدار و قوت میں اضافہ کا باعث بن سکتی ہیں -

اس معیار کو سامنے رکھ کر ہمیں بغیر کسی دقت کے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہندوستان کے ملک میں ایسی قوم صرف ہندوؤں کی قوم ہو سکتی ہے - وہ تعداد میں اور قوموں کی نسبت سہ گنی زیادہ ہے - اسکی مالی ساخت بہت مضبوط ہے - وہ علمی حیثیت میں بھی اور قوموں سے

.... بڑھ چڑھ کر ہے۔ ملک کی دوسری قوموں سے اس کے تعلقات خود غرضانہ اور رقیبانہ ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ملک کے اندر ایک ایسا نظام حکومت پیدا ہو رہا ہے جو اپنے سسٹم کے ماتحت صرف اسی ایک قوم کو سب سے زیادہ پولٹیکل اقتدار بخشتا ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ مذکورہ بالا سیاستداں طبقہ اسی قوم میں سے ہو اور حقیقت میں سچ مچ یہ طبقہ اسی قوم سے متعلق ہے۔

پس ہمیں معلوم ہو گیا کہ درحقیقت ہندوستان کا یہ سیاستداں طبقہ جو ہندی قومیت کی آواز لگا رہا ہے، صرف ایک قوم سے تعلق رکھتا ہے اور وہ ہندوؤں کی قوم ہے۔ یہ طبقہ اسی کی نمائندگی کرتا ہے اور اسی کے اقتدار و آزادی کا طالب ہے اور ہندوستان کی باقی سب قوموں کو نہ صرف خارجی حکومت کی بجائے خود اپنی قومی حکومت کا مطیع و منقاد دیکھنا چاہتا ہے، بلکہ اپنے قومی وجود میں ان کو جذب کر کے زیادہ عظمت حاصل کرنے کا خواہشمند ہے۔

یہاں اگر یہ کہا جائے کہ اس طبقہ کے افراد میں بعض وہ اشخاص بھی تو شامل ہیں جو دوسری قوموں سے تعلق رکھتے ہیں، تو یہ اعتراض نہایت آسانی سے رد کیا جا سکتا ہے۔ ایسے اشخاص اس طبقہ میں یا تو دیانت دارانہ شامل ہوئے ہیں یا ان کی شمولیت غیر دیانت دارانہ ہے۔ اگر انکی شمولیت غیر دیانت دارانہ ہے، تو ضرور ان کی شمولیت کسی اپنی خاص اور ذاتی غرض پر مبنی ہوگی لہذا ایسے اشخاص ہماری بحث سے خارج ہیں۔ اور اگر ان کی شمولیت دیانت داری پر مبنی ہو، تو پھر ان کی یہ دیانتداری دو پہلو رکھتی ہے: ایک ذاتی اور دوسرے قومی۔

اگر وہ اپنی ذات میں دیانتدار ہیں تو پھر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اصل مسئلہ کو پوری طرح سمجھا نہیں ہے اور اسی ناسمجھی کا نتیجہ ہے کہ وہ ایسے طبقہ میں شامل ہو گئے ہیں جو ان کی اپنی قوم کی نہیں بلکہ کسی دوسری قوم کی نمائندگی کر رہا ہے۔

اور اگر ان کی دیانتداری قومی پہلو رکھتی ہے تو پھر اس امر کی کوئی گنجائش نہیں کہ ہم کہہ سکیں کہ انہوں نے مسئلہ کے تمام ما لہٗ و ما علیہ پر نظر نہیں کی۔ وہ جانتے ہیں کہ جس طبقہ میں وہ شامل ہو رہے ہیں وہ کسی دوسری قوم کی نمائندگی کر رہا ہے، لیکن ماحولِ سیاسی کے ماتحت وہ اس طبقہ میں شامل ہونا اس بنا پر ضروری خیال کرتے ہیں کہ وقت آنے پر وہ اپنی قوم کے لیے جداگانہ حقوق و امتیاز حاصل کر سکیں گے۔ لیکن سیاسی ماحول کے دباؤ اور فشار نے انہیں یہاں آ کر غلط کر دیا ہے یہ مسئلہ خاص حقوق و امتیاز حاصل کرنے کا نہیں ہے بلکہ اپنی قومی ہستی کے قائم رکھنے اور نمایاں کرنے کا ہے۔ اور یہ محض اسی وقت ممکن ہے جبکہ خاص حقوق و امتیاز کی حدود اتنی واضح اور استوار ہوں کہ کسی دوسری قوم کے خاص حقوق و امتیاز ان حدود میں متجاوز نہ ہو سکیں۔ دو ہمسایوں کے خاص حقوق و امتیازات کی حدود اسی وقت تک ایک دوسرے کے تجاوزات سے معفوظ رہ سکتی ہیں جبکہ ان حدود کے درمیان کوئی ناقابلِ تجاوز سد موجود ہو۔ لہٰذا اگر وہ اس طرح کی شمولیت کے وقت ایسی کسی سد کا ذکر و بیان نہیں کرتے تو پھر ان کی حیثیت ان دو ہمسایوں کی طرح ہو گی جو کسی ایک ہی گھر میں بغیر کسی سد اور اوٹ کے اکٹھے زندگی بسر کرتے ہیں اور جو ان میں قوی تر ہے وہ ہمیشہ دوسرے کو اپنی مرضی و ارادہ کا غلام بنائے رکھتا ہے۔ جو لوگ ایسی صورتِ حال کو گوارا کر رہے ہیں ان کی دیانت پر ہمیں خواہ مخواہ حملہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر ایسے اشخاص کو دیانتدار فرض کرتے ہوئے بھی، جب ہم ان کے تدبر کو منطقی اور علمی طور پر جانچیں گے تو ان کی کسی ایسے طبقہ میں شمولیت ذاتی رہ جائیگی قومی نہیں۔

لہٰذا اس سیاستداں طبقہ میں جس کا ذکر یہاں ہو رہا ہے اگر بعض قوموں کے افراد شامل ہوں بھی تو وہ خود اسی کا ایک جزو اور حصہ سمجھے جائینگے، دوسری قوموں کے نمائندہ عنصر ہرگز نہ ہونگے۔